اُردو کا پہلا افسانہ: تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر شاہد نواز، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

Abstract

"This article based on discussion of first urdu short story. First Urd short story and its writer remain disputed issue between Urdu researchers for a long period. Mostly Urdu Fiction's critics gave their opinion on this issue. In this article analysed these critical approaches and then gave some results, as well as share the basic informations about Urdu's first short story."

اردو افسانہ کی عمر تقریباً ایک صدی سے زیادہ ہوگئی ہے اور اس ایک صدی میں اردو افسانہ نے بڑا معرکہ سر کیا ہے۔ اردو کی دوسری اصناف شعر و نثر کی نسبت اردو افسانہ نے زیادہ سرعت سے ترقی کی ہے اور آج اردو ادب کی اصناف نثر میں افسانہ وہ صنف ہے جو دنیا کے کسی بھی ادب کے مقابل رکھا جا سکتا ہے۔ افسانہ کے فکر و فن پر بہت سا تحقیقی کام ہو چکا ہے لیکن آج تک یہ طے نہیں ہو سکا کہ اُردو کا پہلا افسانہ یا افسانہ نگار کون ہے؟ اس سلسلے میں اُردو افسانہ کے ہر نقاد اور محقق نے رائے دی ہے لیکن بعض محققین نے اس سلسلے پر تحقیقی کام کیا ہے اور بعض نتائج اخذ کیے ہیں۔ ان میں سے اہم نام سید قمر رئیس، ڈاکٹر معین الرحمٰن، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، سید وقار عظیم، ڈاکٹر مرزا حامد بیگ اور ڈاکٹر انوار احمد کے ہیں۔

ایک عرصہ تک پریم چند اور سجاد حیدر یلدرم میں سے کسی ایک کو اردو کا پہلا افسانہ نگار تصور کیا جاتا رہا۔ بعد ازاں اس دوڑ میں علامہ راشد الخیری بھی شامل ہو گئے۔ مذکورہ بالا تینوں افسانہ نگاروں کو اردو کا اولین افسانہ نگار بنانے کے لیے بیشتر ناقدین نے تحقیق کو بنیاد بنانے کی بجائے ذاتی پسند و ناپسند کو ترجیح دی، جس کی بنا پر یہ مسئلہ سنگین ہوتا گیا۔ اس امر پر تحقیق کرنے والے بیشتر افراد اردو تحقیق و تنقید کے معروف نام ہیں۔ تحریر ہذا میں ان محققین کی آراء کا خالصتاً تحقیقی انداز میں تجزیہ کرنے کے بعد اردو کے پہلے افسانے کے بارے میں نتائج نکالنے کی سعی کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ اس حوالے سے اس سے قبل مرزا حامد بیگ اپنے نتائج دے چکے ہیں۔ اس تحریر میں اُن نتائج سے اختلافات تو نہیں کیا گیا ہے، البتہ اُن نتائج کے پس منظر میں ہونے والی تحقیق کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ یہاں پر یہ امر بھی خاصا دلچسپ ہے کہ ان تینوں افسانہ نگاروں کے ساتھ دو نام ایسے ہیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ اردو کے پہلے افسانہ نگار ہیں۔ ان میں سے ایک سید محمد شکیل کہ جن کی کہانی ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' اکتوبر

۱۸۸۸ء کے ''دل گداز'' میں شائع ہوئی۔(۱) اس کا ذکر ڈاکٹر قمر رئیس کے حوالے سے ڈاکٹر طیبہ خاتون نے اپنی کتاب ''اردو میں ادبی نثر کی تاریخ ۱۸۵۷ تا ۱۹۱۴ء'' میں کیا ہے۔ دوسرا نام علی محمود کا ہے، جس کی کہانی ''ایک پرانی دیوار'' اپریل ۱۹۰۴ء کے ''مخزن'' میں چھپی۔ ان دونوں کہانیوں کے بارے میں ڈاکٹر طیبہ خاتون کی ایک مختصر رائے یہ ہے کہ:

> ''شکیل کی کہانی اور علی محمود کی کہانی طبع زاد کہانیاں ہیں۔ ان میں فلیش بیک تکنیک کے سہارے بڑی چابکدستی سے ماضی کے واقعات کو دکھایا گیا ہے۔''(۲)

بالا بیانات کی روشنی میں سید محمد علی شکیل اردو کے پہلے افسانہ نگار اور ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' اردو کا پہلا افسانہ قرار پاتا ہے لیکن اس بارے میں ابھی تحقیق ضروری ہے کہ یہ افسانہ زمانی طور پر تو قدیم ہے لیکن کیا کوئی ایسی تحریر موجود بھی ہے، جو افسانے کے فنی و فکری معیار پر پورا اترے۔ کیا وہ کوئی ترجمہ یا ماخوذ تو نہیں ہے اگر وہ ایسی تحریر ہے تو اب تک منظر عام پر کیوں نہیں آئی؟

پریم چند کو جن ناقدین اور محققین نے پہلا افسانہ نگار مانا ہے، ان میں مولوی عبدالحق، مولانا صلاح الدین احمد، سید وقار عظیم، فراق گورکھپوری، جگیشور ناتھ ورما، ایچ ایل گاندھی، شاہد احمد دہلوی، ممتاز شیریں، ڈاکٹر فردوس فاطمہ نصیر، شہزاد منظر، ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر سلام سندیلوی، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی، اور سید احمد حسین کے نام قابل ذکر ہیں۔(۳) لیکن ان میں سے بیشتر لوگوں نے پریم چند کے پہلے افسانہ کے متعلق کوئی اشارہ نہیں دیا۔ پریم چند نے ایک دفعہ خود بیان کیا تھا کہ ان کی پہلی مختصر کہانی (افسانہ) ''دنیا کا انمول رتن'' ہے، جو رسالہ ''زمانہ'' کان پور میں ۱۹۰۷ء میں چھپی۔(۴) لیکن اس بارے میں ڈاکٹر سید معین الرحمٰن لکھتے ہیں۔

> ''پریم چند کا یہ بیان عمر کے آخری حصے کی ناقص یادداشت کا نتیجہ ہے...(زمانہ) کان پور کے ۱۹۰۷ء کے فائل میں جنوری سے دسمبر تک کسی پرچے میں مجھے یہ کہانی نہیں ملی۔''(۵)

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن ''مانک ٹالا'' کی تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے ''عشق دنیا'' اور ''حب وطن'' جو اپریل ۱۹۰۸ء کے ''زمانہ'' میں شائع ہوئے، ان کو پریم چند کا پہلا افسانہ مانتے ہیں۔(۶) یہاں تک یہ بات تو طے ہو جاتی ہے کہ پریم چند پر تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ ان کا پہلا افسانہ ۱۹۰۸ء میں منظر عام پر آیا۔

اب سجاد حیدر یلدرم کے متعلق تحقیق کا جائزہ لیتے ہیں۔ یلدرم کو جن ناقدین اور محققین نے اردو کا پہلا افسانہ نگار قرار دیا ہے، ان میں سب سے اہم نام ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کا ہے۔ انہوں نے ''خیالستان'' از سجاد حیدر یلدرم کو ۱۹۶۸ء میں نئے سرے سے مرتب کر کے شائع کیا اور اس میں ایک مقدمہ بھی لکھا۔ مقدمہ میں انہوں نے سجاد حیدر یلدرم کو اردو کا پہلا افسانہ نگار قرار دیا ہے۔ یلدرم کا ایک افسانوی مجموعہ ''خیالستان'' ۱۹۱۷ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ ان میں شامل افسانوں میں سے چار (صحبت ناجنس، فروری ۱۹۰۶ء... خارستان و گلستان، ستمبر ۱۹۰۶ء... نکاحِ ثانی، جون ۱۹۰۷ء... اور سودائے سنگین، اگست ۱۹۰۸ء) کے متعلق یلدرم کا بیان ہے کہ یہ ترکی

زبان سے لیے گئے ہیں لیکن معین الرحمٰن کا خیال تھا کہ یہ طبع زاد ہیں اور یلدرم کا یہ بیان محض حسن بیان ہے۔ بعد میں یہ بات سامنے آئی کہ یہ افسانے واقعی تراجم ہیں۔ تحقیق کا یہ کام ایک ترک ڈاکٹر ایرکن ترکمان نے کیا ہے۔ ڈاکٹر ایرکن نے ''خیالستان'' کی دو کہانیوں ''صحبت ناجنس'' اور'خارستان و گلستان'' کی ترکی متن کی نشان دہی کی ہے۔(۷) انہوں نے یلدرم کے افسانوی اور ترکی متون کا تقابلی مطالعہ و تجزیہ کیا ہے اور اس کے بعد جو رائے دی ہے اس کو ڈاکٹر معین الرحمٰن نے یوں نقل کیا ہے:

> ''صحبتِ ناجنس، مفتی اوغلو کے ایک ہی مکتوب (دو خط) کا ترجمہ ہے۔ یلدرم نے خطوط کو ہندوستانی رنگ میں ڈھالا ہے، دو تین پیراگراف حذف کیے ہیں اور اپنے اسلوب بیان کو اردو کے ڈھنگ میں پیش کرنے کے لیے بہت دلچسپ جملے اور محاورے استعمال کیے ہیں۔''(۸)

اس اقتباس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یلدرم کے متذکرہ بالا افسانے طبع زاد نہیں بلکہ تراجم ہیں۔ اس لیے انہیں اردو کا پہلا افسانہ نگار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن ڈاکٹر معین الرحمٰن بضد ہیں کہ یلدرم ہی اردو کا پہلا افسانہ نگار ہے۔ اس سلسلے میں وہ ڈاکٹر ایرکن کے بیان پر دلچسپ تبصرہ کرتے ہیں:

> ''واقعہ یہ ہے کہ یلدرم نے خلاقانہ ذہن اور تصرف سے کام لے کر ان افسانوں کو معلوم و مانوس اشخاص و معاشرت اور منظر و پیش منظر کے ایسے رنگ و آہنگ میں پیش کیا ہے کہ یہ نرے تراجم تو قطعاً نہیں رہ گئے... یہ آزاد ترجموں سے کہیں بڑھ کر طبع زاد کے مدار اور حدود میں داخل ہو گئے ہیں۔''(۹)

متذکرہ بالا صورتحال کے باوجود ڈاکٹر معین الرحمٰن یلدرم کو ہی اردو کا پہلا افسانہ نگار کہنے پر بضد ہیں۔ یلدرم کی ایک اور تحریر ''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ'' جو کہ ''معارف'' علی گڑھ میں ۱۹۰۰ء میں چھپی ہے۔ اس کے بارے میں ناقدین اور محققین کی آراء یہ ہے کہ یہ انگریزی زبان کے مضمون سے ماخوذ ہے لیکن ڈاکٹر معین الرحمٰن اس بات کو بھی نہیں مانتے، وہ اس بارے رقم طراز ہیں کہ:

> ''خیالستان کی ایک بے حد دلچسپ اور یلدرم کی قدیم ترین نگارش، مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ'' کا مرکزی خیال انگریزی کے کسی مضمون سے ماخوذ بتایا جاتا ہے لیکن یلدرم نے اسے ہندوستانی فضا اور مزاج سے ہم آہنگ کر کے اس خوبی اور کامیابی سے اپنا لیا ہے کہ اس میں کہیں 'بوئے غیر' نہیں آتی۔''(۱۰)

مذکورہ بالا تحریر دراصل ایک انشائیہ نما تحریر ہے۔ اس تحریر کو کسی طرح بھی افسانوی تحریر کے ذیل میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اس تحریر میں افسانے کی کوئی بھی فنی خصوصیت نہیں ہے۔ یلدرم کو پہلا افسانہ نگار کہنے کے حق میں ڈاکٹر معین الرحمٰن ایک اور جگہ یوں دلیل دیتے ہیں:

> ''مجھے یلدرم کے قدیم ترین افسانے ''نشے کی پہلی ترنگ'' کا سراغ ملا ہے جو پہلی بار رسالہ

''معارف''، علی گڑھ (مولوی سلیم الدین احمد جلد ۴، شمارہ ۱۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء ص ۱۲۰ تا ۱۲۳) میں شائع ہوا۔ یہ افسانہ تاثر کی وحدت، کردار کے ذہن اور نفسیاتی مطالعے، ابتدا، عروج اور انجام کے واضح تصور یا بالفاظ دیگر اپنی افسانویت کے اعتبار سے بڑا موثر اور بھرپور ہے۔ یہ افسانہ ۱۹۶۸ء تک ''خیالستان'' میں شامل نہیں رہا۔ لیکن بلاشبہ اب تک کے مطالعے کے مطابق اسے اردو کا اولین افسانہ کہا جاسکتا ہے۔'' (۱۱)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ یلدرم نے اس مضمون یا افسانہ کو مجموعہ میں شامل کیوں نہیں کیا؟ دراصل یہ افسانہ بھی ترجمہ ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر انوار احمد کہتے ہیں کہ یہ افسانہ خلیل رشدو (رشدی) کے افسانے کا ترجمہ ہے۔ یلدرم نے رومانوی قسم کے تراجم اور مضامین لکھے۔ جن میں سے چند اہم ''فطرت، جوان مردی، زہرا، ایک مغنیہ سے التجا، میں چاہتا ہوں، میرے دوستانے والے''... یہ تمام مضامین مختلف اوقات میں مختلف رسائل میں چھپتے رہے لیکن یلدرم نے انہیں اپنے مجموعہ میں شامل نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ افسانے نہیں ہیں۔ دوسرا یہ دوسری زبانوں سے تراجم یا ماخوذ ہیں۔ (۱۲)

اس بحث اور تجزیے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یلدرم کے دو طبع زاد افسانے ''غربت، وطن'' اردوئے معلیٰ علی گڑھ اکتوبر ۱۹۰۶ء اور ''دوست کا خط'' مخزن لاہور، اکتوبر ۱۹۰۶ء ہیں۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کا پہلا افسانہ انہیں میں سے ایک ہے، کیونکہ یہ دونوں افسانے ایک ہی سال اور ایک ہی مہینے میں شائع ہوئے ہیں۔ یہاں یہ بات طے ہوجاتی ہے کہ یلدرم کا پہلا طبع زاد افسانہ ۱۹۰۶ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس سے پہلے ہم یہ نتیجہ بھی نکال چکے ہیں کہ پریم چند کا پہلا افسانہ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔

اب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ علامہ راشد الخیری کے بارے میں مختلف ناقدین اور محققین کی کیا آراء ہیں اور وہ کس طرح راشد الخیری کو اردو کا پہلا افسانہ نگار قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں سب سے پہلے رائے رازق الخیری کی ہے۔ وہ راشد الخیری کو مختصر افسانہ کا بانی قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ''مخزن'' ۱۹۰۳ء میں وہ کہانی لکھنا شروع کر چکے تھے۔ یہ کہانیاں مغربی افسانوں سے ترجمے یا خاکے ہیں۔ اس سلسلے میں شاہد احمد دہلوی بھی یہی کہتے ہیں کہ اردو ادب میں افسانہ نگاری کا آغاز علامہ راشد الخیری اور پریم چند نے کیا۔ (۱۳) ان کا یہ بیان خاصا متضاد ہے۔ تاہم اس میں راشد الخیری کے پہلا افسانہ نگار ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ راشد الخیری پر تحقیقی کام کے سلسلے میں پہلا اہم نام ڈاکٹر مسعود رضا خاکی کا ہے انہوں نے اپنے تحقیقی مقالہ میں راشد الخیری کو پہلا افسانہ نگار قرار دیا ہے۔ ''ڈاکٹر انوار احمد کے بقول انہوں نے راشد الخیری کے افسانے ''نصیر اور خدیجہ'' کو اردو کا پہلا افسانہ قرار دیا ہے لیکن جب تلاش کے باوجود یہ افسانہ نہ مل سکا تو انہوں نے راشد الخیری کے ایک اور افسانہ کا تجزیہ کر دیا۔ ڈاکٹر انوار احمد نے اپنے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالہ ''اردو مختصر افسانہ اپنے سیاسی وسماجی تناظر میں'' کے تحت اس افسانہ کو تلاش کیا جو ''مخزن'' ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا تھا اور اس کا تجزیہ کرنے کے بعد اس کو اردو کا پہلا افسانہ قرار دیا ہے۔ اس

سلسلے میں ان کے مقالے سے ایک طویل اقتباس دیکھیے :

''ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے پی ایچ ڈی کے مقالے 'اردو افسانے کا ارتقاء' میں لکھا ہے، ۱۹۰۳ء میں ''مخزن'' میں راشد الخیری کا ''نصیر اور خدیجہ'' شائع ہوا، جس کو اردو کا پہلا افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس افسانے کو تلاش کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی جس کا ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے راشد الخیری کے اس افسانے کا تذکرہ کرنے کے بعد صرف ''عصمت و حسن'' کا تجزیہ پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے جو ''مخزن'' جلد ۱۳ شمارہ ۲ مئی ۱۹۰۷ء کے صفحات ۱۰ تا ۲۵ پر شائع ہوا تھا... خوش قسمتی سے میں نے ''مخزن'' کے ابتدائی برسوں کا فائل دیکھا ہے۔ اس لیے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ''مخزن'' میں راشد الخیری کا پہلا مطبوعہ افسانہ ''نصیر اور خدیجہ'' جو جلد ۶، شمارہ ۲، دسمبر ۱۹۰۳ء کے صفحات ۲۷ تا ۳۱ پر موجود ہے۔ اگرچہ فنی اعتبار سے یہ افسانے سے زیادہ ایک ناول کا ٹکڑا دکھائی دیتا ہے تاہم زمانی اعتبار سے یہ افسانہ راشد الخیری کو اپنے معاصر افسانہ نگاروں پر فوقیت دیتا ہے۔'' (۱۴)

یہ وہ طویل اقتباس ہے جس میں راشد الخیری کے بارے میں ڈاکٹر انوار احمد نے اپنا تجزیہ اور تحقیق پیش کی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ اختلاف ڈاکٹر معین الرحمٰن نے کیا ہے اور انھوں نے وجہ اختلاف ڈاکٹر انوار احمد کے اس بیان کو بنایا ہے کہ مذکورہ افسانہ ناول کا ٹکڑا دکھائی دیتا ہے۔ اس سلسلے میں انوار احمد بھی جزوی طور پر تسامح کا شکار ہوئے ہیں۔ انھوں نے مخزن کے شمارہ نمبر ۲ کا حوالہ دیا ہے جبکہ یہ مخزن کا شمارہ نمبر ۳ ہے۔ ڈاکٹر انوار احمد کے علاوہ مرزا حامد بیگ نے بھی راشد الخیری کو پہلا افسانہ نگار مانا ہے۔

''راشد الخیری کا اور اردو زبان کا پہلا افسانہ ''نصیر اور خدیجہ'' خط کی تکنیک میں لکھا گیا ہے۔ اور یہ تکنیک اس دور کی فکشن کی مقبول ترین تکنیک کہی جا سکتی ہے... راشد الخیری عالمی سطح پر اس تکنیک کو برتنے والے تیسرے تخلیق کار ہیں۔ انھوں نے ''نصیر اور خدیجہ'' (مطبوعہ ۱۹۰۳ء) کے بعد یہ تکنیک اپنے دس دیگر افسانوں میں برتی۔ (۱۵)

اس وقت راشد الخیری کا مذکورہ بالا افسانہ کی نقل میرے سامنے موجود ہے۔ اس افسانے کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ شیخ عبدالقادر کی ادارت میں نکلنے والا ''مخزن'' کے دسمبر ۱۹۰۳ء میں یہ افسانہ ''نصیر اور خدیجہ'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ یہ مخزن کا شمارہ نمبر ۳ اور جلد ۶ ہے۔

اس شمارے میں ۱۶ تحریریں شامل ہیں۔ پہلی تحریر ''دربار بغداد کی ایک جھلک'' کے عنوان سے مولوی محمد عزیز مرزا بی اے کی ہے۔ جبکہ آخری تحریر ''کچکول'' کے عنوان سے ہے۔ ''نصیر اور خدیجہ'' ترتیب میں چوتھے نمبر پر ہے۔ اس کا صفحہ نمبر ۲۷ تا ۳۱ ہے۔ ۳۱ صفحہ نصف ہے۔ جبکہ باقی نصف صفحے پر 'افسانہ' نام کے رسالے کا تفصیلی تعارف اور تعریفی کلمات ادا کیے گئے ہیں۔ اس شمارے کا سرورق نہایت دلچسپ ہے۔ ہندوستان کا نقشہ سرورق پر ہے، اسی

نقشے میں مخزن نمایاں کر کے شائع کیا گیا ہے۔اس ہندوستانی نقشے میں بڑے بڑے شہروں کے نام دیئے گئے ہیں،ان شہروں کو تین مختلف مدارج میں تقسیم کیا گیا ہے۔ان شہروں کو مختلف نشان الاٹ کیے گئے ہیں۔اوران نشانوں کی مدد سے سرورق پر ہی تفصیل دی گئی ہے۔مثلاً O کی علامت کے بعد لکھا گیا ہے کہ ان شہروں میں اردو زبان مادری زبان کے طور پر رائج ہے۔□ کی علامت کے بعد لکھا گیا ہے کہ ان شہروں میں اردو مروج ہے۔⊕ کی علامت کے بعد بتایا گیا ہے کہ ان شہروں میں اردو سمجھی جاتی ہے۔اس کے علاوہ بھی اس سرورق میں نہایت دلچسپی کی چیزیں موجود ہیں۔اس شمارے کے صفحات کے اوپری حاشیے میں شمارہ ہذا کے صفحات نمبرز کا اندراج کیا گیا ہے۔جبکہ صفحات کے بالائی حاشیہ میں سال کے گزشتہ شماروں کے صفحات نمبر کے تسلسل کو آگے بڑھایا گیا ہے۔یوں ''نصیر اور خدیجہ'' کا شمارہ ہذا کے صفحات نمبر ۲۷ تا ۳۱ ہیں تو گذشتہ شماروں کے تسلسل میں اس کے صفحات نمبرز ۱۴۷ تا ۱۵۱ ہیں۔

افسانے کے متن کی طرف توجہ دیں تو پتہ چلتا ہے کہ افسانے کے متن سے قبل ایک پیراگراف میں مصنف کا تعارف کرایا گیا ہے۔افسانے کی ابتداء ان سطروں سے ہوتی ہے۔

> ''شاباش بھائی نصیر شاباش! چھوٹی بہن مر کے چھوٹی بڑی بہن کو جیتے جی چھوڑا۔غضب خدا کا تین تین چار چار مہینے گذر جائیں اور تم کو دو حرف لکھنے کی توفیق نہ ہو۔حفیظہ کے نکاح میں وہ بھی چچی جان کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ ملتان کی بدلی ہوگئی۔''(۱۶)

اس افسانے میں بہن خدیجہ بھائی کا نصیر سے اس کی بے مروتی اور رابطہ نہ رکھنے کا گلہ ہے۔قدرے مکالماتی انداز کا خط نما تحریر ہے۔مگر تحریر کی بنت افسانے کی طرز پر ہے۔افسانے کے بنیادی فنی اجزاء میں سے واقعہ، وحدت تاثر اور کردار وغیرہ بھی موجود ہیں۔خاندانی کہانی کی تفصیلات اس خط نما تحریر میں نمایاں ہیں۔اسلوب بھی افسانویت کا حامل ہے۔افسانے کا اختتام ان سطور پر ہوتا ہے۔

> ''نصیر میاں حقداروں کا حق سمجھو، اللہ برکت دے گا پھلو گے پھولو گے، دنیا کی بہار دیکھو گے، روزگار میں ترقی ہوگی۔ان بچوں کو غیر نہ سمجھو،ظہیر اور حمید میں فرق نہیں ہے۔ بھائی بہن کی اولاد ایک ہوتی ہے۔یہ بیچارے بھی کیا یاد کریں گے کہ کوئی ماموں تھا دولہن بیگم کو بہت بہت دعا، بچوں کو پیار اب تو ماشاللہ بچی پاؤں پاؤں چلتی ہوگی۔فقط خدا حافظ۔''(۱۷)

یادرہے یہ خط خدیجہ نے دلی سے لکھا تھا۔اس امر کی نشاندہی متن کے داخلی شواہد سے ہوتی ہے۔خط کا اختتام خالصتاً مکتوب کے انداز پر ہے،مگر جب کہ سطور بالا میں ذکر ہو چکا اس تحریر کی عمومی اور مجموعی فضاء افسانے کی کیفیت لیے ہوئے ہے۔اسی لیے اس تحریر کو افسانہ اور اسی وجہ سے اردو کا پہلا افسانہ قرار دیا گیا ہے۔اگر چہ یہ امر کسی تخلیق کار کے لیے کسی خاص برتری یا فوقیت کا سبب نہیں ہے۔مگر تحقیقی نقطہ نگاہ سے یہ ضروری ہے کہ اردو کے پہلے معلوم افسانے کا تعین کیا جائے۔اس تحریر میں اس عمل کی سعی کی گئی ہے۔

ان تمام بیانات اور تحقیق کو سامنے رکھا جائی تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ جب تک محمد علی شکیل کی کہانی

''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' جو ۱۸۸۸ء کے ''دل گداز'' میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی تحقیق نہیں ہو جاتی، اس وقت تک راشد الخیری کا افسانہ ''نصیر اور خدیجہ'' ہی اردو کا پہلا افسانہ مانا جائے گا اور راشد الخیری اردو کا پہلا افسانہ نگار۔ کیونکہ اس بات پر کہ ''نصیر اور خدیجہ'' ناول کا ٹکڑا دکھائی دیتا ہے۔ اس کو زمانی اعتبار سے قدیم ہونے کے مقام سے نہیں گرایا جاسکتا، کیونکہ پریم چند اور یلدرم کے ابتدائی افسانوں میں بھی اسی قسم کے سقم موجود ہیں۔ زمانی فوقیت کی بناپر ''نصیر احمد اور خدیجہ'' ہی اردو کا پہلا افسانہ قرار پاتا ہے۔

حواشی:

۱۔ طیبہ خاتون، ڈاکٹر، اردو میں ادبی نثر کی تاریخ، (۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۴ء) (دہلی ۳۲۱، گلی گڑھیا جامع مسجد ۱۱۰۰۰۶)، ص ۱۹۸

۲۔ ایضاً

۳۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر، تحقیق اور تلاش، (لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۰ء)، پریم چند کو متعدد ناقدین نے پہلا افسانہ نگار مانا ہے۔ جن کے حوالوں کو ڈاکٹر معین الرحمان نے یکجا کیا ہے۔ ذیل میں ان رسائل کی تفصیل دی جارہی ہے۔ جن میں ان ناقدین کی آراء شائع ہوئیں۔
i۔ ''ہم قلم'' کراچی، جلد۲، اگست ۱۹۶۲ء، ص ۱۰۸۔ i i۔ ''ادبی دنیا' 'لاہور، اکتوبر ۱۹۴۳ء۔ iii۔ ''داستان سے افسانے تک'' طبع دوم ۱۹۶۶ء، ص ۱۴۔ iv۔ ''زمانہ'' کان پور، پریم چند نمبر، ۱۹۳۷ء ص ۴۸۔ v۔ ایضاً، ص ۵۳۔ vi۔ ایضاً، ص ۱۳۴۔ vii۔ ''نقش'' کراچی، افسانہ نمبر، اکتوبر ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۔ viii۔ ''معیار''، نیا ادارہ، لاوہر، ۱۹۲۳ء، ص ۱۱۔ ix۔ ''مختصر افسانے کا فنی تجزیہ'' ''طبع اول، الہ آباد، ۱۹۷۵ء، ص ۲۹۔ x۔ ''جدید اردو افسانہ'' کراچی ۱۹۸۲ء، ص ۱۶۳۔ xi۔ ''منشی پریم چند، شخصیت اور کارنامے'' طبع اوّل، رام پور، ۱۹۶۲ء، ص ۳۲۹۔ xii۔ ''ادبی اشارے''، طبع اول، لکھنؤ ۱۹۶۱ء ص ۵۸۔ xiii۔ ''تنقیدی زاویے'' طبع دوم، کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۳۱۱۔ xiv۔ ''اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک'' دوسرا ایڈیشن، علی گڑھ، ۱۹۷۹ء، ص ۸۷۔ xv۔ ''فروغ اردو''، لکھنؤ، پریم چند نمبر، اپریل اگست ۱۹۷۸ء، ص ۳۴

۴۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر، ''تحقیق اور تلاش''ص ۲۴۲

۵۔ ایضاً، ص ۲۴۳

۶۔ ایضاً، ص ۲۴۳

۷۔ ایضاً، ص ۲۳۶

۸۔ ایضاً، ص ۲۳۶

۹۔ ایضاً، ص ۲۳۷

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۳۸

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۴۷

۱۲۔ انوار احمد، ڈاکٹر ''اُردو افسانہ :تحقیق و تنقید''، (ملتان: بیکن بکس، ۱۹۸۸ء)، ص ۴۲

۱۳۔ شاہد احمد دہلوی، ''عورتوں کے ادب کے پچیس سال'' ساقی، دہلی، جوبلی نمبر ۱۹۵۳ء، ص ۱۴۶

۱۴۔ انوار احمد، ڈاکٹر ''اُردو افسانہ :تحقیق و تنقید''، ص ۴۲۔۴۳

۱۵۔ حامد بیگ، مرزا، ''اُردو افسانے کی روایت ۱۹۰۳ء۔۲۰۰۹ء''، (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ص ۳۹

۱۶۔ مولوی عبدالراشد دہلوی، ''نصیر اور خدیجہ''، مخزن، جلد ۶، شمارہ ۳، (دسمبر ۱۹۰۳ء) ص ۲۷

۱۷۔ ایضاً، ص ۳۱

مآخذ:

۱۔ انوار احمد، ڈاکٹر ''اُردو افسانہ :تحقیق و تنقید''، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۸۸ء۔

۲۔ حامد بیگ، مرزا، ''اُردو افسانے کی روایت ۱۹۰۳ء۔۲۰۰۹ء''، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء۔

۳۔ شاہد احمد دہلوی، ''عورتوں کے ادب کے پچیس سال'' ساقی، دہلی، جوبلی نمبر ۱۹۵۳ء۔

۴۔ طیبہ خاتون، ڈاکٹر، اردو میں ادبی نثر کی تاریخ، (۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۴ء) دہلی ۳۲۱، گلی گڑھیا جامع مسجد ۱۱۰۰۰۶۔

۵۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر، تحقیق اور تلاش، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۰ء۔

۶۔ مولوی عبدالراشد دہلوی، ''نصیر اور خدیجہ''، مخزن، جلد ۶، شمارہ ۳، دسمبر ۱۹۰۳ء۔

☆☆☆